ری تصانیف

شعری مجموعے:

طرحِ نو	غزلیں	1974
لمسِ اوّل	ٹیپ بند نظمیں	1978
ردِّ کفر	آزاد غزلیں	1979
فکرِ بر	غزلیں	1981
نقش گیر	غزلیں	1984
بھارت جیوتی	قومی نظمیں	1985
صدف آشنا	ہائیکو نظمیں	1985

افسانوں کے مجموعے:

روشنی کے بھنور		1976
شگاف در شگاف		1980
اُجلی مسکراہٹ		زیرِ طبع

ترتیب و تدوین:

قیدِ شکن	آزاد غزلیں	1982
آزاد غزل شناخت کی حدوں میں		1983
تذکرۂ شعرائے تامل ناڈو		زیرِ طبع
آزاد غزل ۔ روشن چہرے		"

Cert

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بھارت جوتی

علیم صبا نویدی

زیر اہتمام
ڈاکٹر امتیاز الدین ساگر، کیور کلینک
ٹریپلیکین ہائی روڈ، مدراس

نقشِ اوّل

تعداد ۷۸۶

قیمت معمولی ایڈیشن Rs 5-00 مجلد : Rs 7-00

مطبع زرّین تاج پریس ۔ مدراس ۵

ناشر تامل ناڈو اردو پبلی کیشنز ۔ ماؤنٹ روڈ

کتابت شریف برکاتی ۔ آمبور

مصنف علیم صبا نویدی
26 امیر النسا بیگم اسٹریٹ ۔ ماؤنٹ روڈ ۔ مدراس ۲

سنہ اشاعت جنوری 1985ء

ملنے کے پتے:

۱۔ نیو کتاب گھر ، بھاگلپور (بہار)

۲۔ ماڈرن پبلی کیشنز ہاؤز ۔ دہلی

۳۔ جامعہ لمیٹڈ ۔ دہلی ، بمبئی ، علیگڈھ

۴۔ شب خون کتاب گھر ۔ رانی منڈی ۔ الہ آباد

۵۔ مغربی بنگال اردو اکاڈمی بک ڈپو ۔ کلکتہ

۶۔ مکتبہ دین و ادب ۔ امین الدولہ پارک ۔ لکھنؤ

آنجہانی وزیرِ اعظم

اندرا گاندھی کے نام

○

نذرانہ
بھارت کے نئے وزیرِ اعظم

راجیو گاندھی

کی

خدمت میں

فہرست

۱ اے مرے ہندوستان

۲ ہمارا وطن

۳ میرِ کارواں ہند

۴ خوشبوئے ہند

۵ خاتونِ ہند

۶ ہندوستان ہمارا

۷ بھارت جیوتی

۸ شہیدِ وطن (اندرا گاندھی کے نام)

۹ ساحلِ مدراس

۱۰ نیا پرچار (نثری نظم)

۱۱ آخری رشتہ "

جان پہچان

علیم صبا نویدی کا فن اور شخصیت اردو دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ مگر کل ہند مشاعروں میں جس طرح معروف و مقبول شعراء کا تعارف اناؤنسر کے لئے ضروری ہے اس طرح اردو کی بیشتر کتابوں میں ایسے مقبول نقاد کے پیش لفظ کی ضرورت ناگزیر ہے۔ جو اتفاقاً شاعر بھی ہو۔ مجھے زیرِ نظر کتاب پر پیش لفظ لکھنے کے لئے فن کار سے زیادہ فن کار کے جذبۂ حب الوطنی نے اصرار کیا تو میں کچھ لکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس شعری مجموعہ کا تعلق ہمارے ہندوستان سے ہے اور اس میں زیادہ تر نظمیں مہاتما گاندھی اور اندرا گاندھی پہ شامل ہیں۔ جن کو خود اپنے ہم وطن بھائیوں نے گولیوں کا نشانہ بنایا۔ محافظِ وطن مخالفِ وطن بن جائیں تو وطن کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ وطن کے باسیوں کے سروں سے عظیم سائے اٹھ جاتے ہیں اور وہ بے یار و مددگار رہ جاتے ہیں۔ شہیدانِ وطن کبھی نہیں مرتے' وہ لوگ موت سے پہلے ہی مرجاتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہ جاتے ہیں۔

باپو جی اور اندرا گاندھی کے نام ہندوستان کے ساتھ اس طرح وابستہ ہیں کہ ہم کبھی اپنے وطن میں اور ان کی شخصیتوں میں فرق محسوس نہیں کرتے مہاتما کو اور اندرا جی کو انڈیا (ہندوستان) ہی سمجھتے ہیں [illegible] جو بھی [illegible] بیرونی ممالک پہنچتا ہے تو اُسے انڈین یا ہندوستانی کے نام سے پکارا جاتا ہے مذہب اور ذات پات کے خانوں میں فٹ نہیں کیا جاتا۔ مہاتما گاندھی اور

اندرا گاندھی دونوں قومی یکجہتی کی لازوال اور بے نظیر علامات ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی رحلت پر راقم الحروف نے بھی "شردھانجلی" کے نام سے ایک رثائی نظم کہہ کر کتابی شکل میں پیش کی تھی جسے نیاز فتح پوری، فراق اور مشاہیر ادب نے سراہا تھا۔ اور اب برادرم علیم صبا نویدی نے مہاتما گاندھی اور اندرا گاندھی کے حادثے سے متاثر ہو کر بعض نظمیں کہی ہیں مگر اندرا گاندھی کی شخصیت جتنی عظیم ہے اتنی صبا نویدی کی نظمیں نہیں ہیں اس مجموعہ میں ہندوستان سے متعلق جو نظمیں شامل ہیں ان میں "اے میرے ہندوستان" اور "ہمارا وطن" پڑھنے کے بعد دل میں جہاں وطن کی عظمت کا احساس جاگ اٹھتا ہے، وہاں حبِّ وطن کے پاک و صاف جذبے سے معطر یہ نظمیں چکبست اور سرور کی یاد کو بھی تازہ کر دیتی ہیں۔

کسی حادثے یا واقعے کا اثر دیرپا ہوتا ہے اور اس تاثر کو شعری جامہ پہنانے میں وقت بھی درکار ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض حضرات کا تاثر اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ بروقت کسی اہم موضوع پر بڑی نظمیں بھی کہہ لیتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو جاتی ہیں۔

علیم صبا نویدی جدید احساس کے شاعر ہیں مگر ان کا جدید آہنگ اس مجموعہ کی نظموں میں خال خال ہی نظر آتا ہے۔ چونکہ یہ نظمیں اسکول اور کالج کے طلباء (Students) کے لئے کہی گئی ہیں۔ (ان میں بعض نظمیں مقامی اسکولوں کے مختلف جلسوں میں ترنم سے پڑھی جا چکی ہیں۔) انہیں ایک طرح سے اسی معیار پر ہونا بھی ضروری ہے۔

جدید ہندوستان جدید شاعری کا متقاضی ہے اور ہمارے شعراء کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی شاعری کو ندرت و جدت اور فکری علائم کے ذائقہ سے مالامال

کریں۔ علیم صبا نویدی کی شاعری جہاں جدید تقاضوں اور فکری اُپج سے مملو ہے وہاں تامل ناڈو کے دراوڑی کلچر کی بوباس سے بالکل محروم ہے۔ لیکن صبا نویدی کی ان نظموں کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ یہ نظمیں شمالی ہند کے کسی شاعر نے کہی ہیں۔ شمالی ہند کے شعراء نے بڑی حد تک آریائی کلچر کو شاعری میں سمویا ہے مگر جنوبی ہند کے شعراء نے اپنے کلچر کی بلند قدروں کو نظر انداز کر دیا۔ ہر ریاست میں مختلف کلچر کے لوگ ہوتے ہیں اور مختلف تہذیب کے شعراء۔ ہر کلچر کو شعری جامہ پہنانا ہی شاعر کا اہم فریضہ ہے۔

"بھارت جوتی" کی چند نظمیں بڑی پائندہ اور شاداب ہیں۔ چوں کہ یہ نظمیں اندرا گاندھی (سابق وزیرِ اعظمِ ہند) کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر ان کی شہادت کے فوراً بعد شائع ہو رہی ہیں اس لئے اس مجموعہ کی اہمیت اور قدر و منزلت نہ صرف سیاسی حلقوں میں بلکہ ادبی حلقوں میں بھی اونچے پیمانوں پہ ہوگی۔

علیم صبا نویدی ہمیشہ کتابوں کی اشاعت میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں یہ بات ایک حد تک بہت اچھی بھی ہے، کیوں کہ فن کار کی زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ جو بات کل پہ ٹالی جائے اس سے کوئی ٹھوس کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ اسی لئے بڑے لوگوں کہاوت ہے کہ "آج کا کام کل پہ نہ ٹال"۔ تامل ناڈو کے بیشتر قد آور شعراء نے ذی حیثیت ہونے کے باوجود اپنا شعری مجموعہ نہیں پیش کیا، وہ شعراء اس گھمنڈ میں رہ گئے کہ کل شائع کریں گے مگر موت نے انھیں کل کا منظر دیکھنے کا موقع ہی نہیں دیا اور ان کے شعری کاغذات پنساری کی دکان کی نذر ہو کر رہ گئے۔ آخر میں بارگاہِ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ علیم صبا نویدی کی یہ شعری تصنیف بھی مقبولِ خاص و عام ہو۔

کاوش بدری
انا یونیورسٹی۔ اڈیار۔ مدراس

روشن لکیر

اکتیس اکتوبر ۸۴ء ہندوستان کی تاریخ میں ایک خون آشام دن ہے، جس منحوس دن بھارت کی عظیم رہنما، اخوت، اتحاد اور یکجہتی کی علمبردار، تیسری دنیا کے ملکوں کی مقبول قائد اندرا گاندھی نے بھارت کے اتحاد اور سالمیت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ دے کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بہیمانہ قتل نے ساری دنیا کو سکتہ میں ڈال دیا اور ہر فرد حواس باختہ یہ سوچتا رہ گیا کہ اب بھارت کی سالمیت اور اس کے تحفظ کی ضمانت کون دے گا۔ اندرا گاندھی ہمہ پہلو شخصیت کی مالک تھیں۔ وہ ایک ماہر سیاست داں اور ایک عظیم مدبر تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ "ملک تبھی آگے بڑھ سکتا ہے جب کہ ہم دلوں میں حوصلہ اور لبوں پر مسکان لاکر مشکلات کا سامنا کرنا سیکھیں!" وہ تا دمِ آخر اسی اصول پر کاربند رہیں۔

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی نظروں میں ہندوستان کا جو وقار آج بنا ہوا ہے' انہی کی فراست، بلند حوصلگی اور اولالعزمی کا کرشمہ ہے۔ انھیں ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہی کہ یہ ملک زندہ رہے، مضبوط بنے اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہے۔ یہ بھارت کے ساتھ اس طرح جڑی رہیں کہ وہ ہمارے قومی شعور کا ایک اٹوٹ حصہ بن چکی تھیں۔ ان کی ناگہاں موت کے ساتھ جیسے ایک زرین عہد گزر گیا اور بھارت کی تاریخ کا ایک سنہرا باب ختم ہو گیا۔ لیکن اندرا گاندھی نے ملک اور قوم کے لئے اپنی جان کی قربانی دے کر اپنے آپ کو امر بنا دیا۔

بہتی گنگا تک وہ امر رہیں گی۔ خود ان کے الفاظ میں "اندرا گاندھی کسی ایک عورت کا نام نہیں ہے، یہ بعض اصولوں کا نشان ہے اور اصولوں کے نشان کبھی نہیں مِٹتے کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہتے ہیں۔"

جہاں ملک کے عوام نے ان کی موت پر سوگ منایا وہاں ملک بھر میں دانشوروں، ادیبوں، شاعروں اور فن کاروں نے بھی اپنے محبوب رہنما کی موت پر عقیدت کے پھول پیش کئے۔ پیشِ نظر مجموعہ ہند و پاک کے مشہور و معروف افسانہ نگار و شاعر علیم صبا نویدی کی قومی نظموں پر مشتمل ایک دستاویز ہے، جس میں شاعر نے جہاں آنجہانی اندرا گاندھی کی خدمت میں اپنی والہانہ عقیدت کا نذرانہ پیش کیا ہے، وہاں اپنے جذبۂ حب الوطنی کو بھی زبان عطا کی ہے۔

مجموعی طور پر جناب کاوش بدری نے اس مجموعہ میں شامل نظموں کا اپنے مقدمہ میں بھرپور جائزہ لیا ہے۔ کاوش بدری کا یہ جائزہ بہت مختصر ہوتے ہوئے بھی بہت جاندار اور وقیع ہے۔ علیم صبا نویدی کے فکر و فن اور ان کی ادبی خدمات تامل ناڈو کی سرزمین میں ایک ایسی روشن لکیر ہیں، جس کی کرنوں سے اردو ادب کی بارگاہ ہمیشہ مسکراتی اور جگمگاتی رہے گی۔

مجھے بھرپور اعتماد ہے کہ علیم صبا نویدی کا یہ مجموعہ بھی مقبولِ خواص و عوام ہوگا۔

ایس ایم حیات

تملناڈو پبلک سروس کمیشن۔ مدراس ۲

اے مرے ہندوستاں!

وادیاں تیری ہیں دلکش، باغ ہیں تیرے حسیں!
چومتا ہے جھک کے چرخِ نیلگوں تیری جبیں
تیرا ہر ذرّہ ہے ارمانوں کی فردوسِ بریں
اے مرے ہندوستاں میرے وطن، میری زمیں

لہلہاتے کھیت تیرے، اونچے اونچے کوہسار
ہیں تمہری آغوش میں جب تک کروڑوں جاں نثار
یہ حقیقت ہے کہ تجھ پہ آنچ آسکتی نہیں
اے مرے ہندوستاں، میرے وطن، میری زمیں

اس چمن کو ہم نے سینچا ہے لہو کی دھار سے
ہم کفن بردوش اٹھیں گے تیری للکار سے
تیری ہر آواز گونجے گی رگِ جاں کے قریں
اے مرے ہندوستاں، میرے وطن، میری زمیں

تجھ سے ہے آباد ہر اک آرزو، ہر اک اُمنگ
قطرہ قطرہ موتیاں، لعل و گہر ہیں خشت و سنگ
صبح ہے تیری سہانی، شام ہے تیری حسیں
اے مرے ہندوستاں، میرے وطن، میری زمیں

تجھ سے جانے کتنے اربابِ ہنر پیدا ہوئے
اہلِ دل، اہلِ خرد، اہلِ نظر پیدا ہوئے
آج بھی دنیا کے نقشے میں ترا ہمسر نہیں
اے مرے ہندوستاں، میرے وطن، میری زمیں

حوصلہ اونچا ہے تیرا، عزم ہے تیرا بلند
کوئی کیا پہنچا سکے گا تیری ہستی کو گزند
جل کے رہ جائیں گی دشمن کی امیدیں سب یہیں
اے مرے ہندوستاں، میرے وطن، میری زمیں

عدل ہے دستور، امن و آشتی تیرا اصول
رہزنی تجھ سے عبث ہے، دشمنی تجھ سے فضول
آج بھی ہر طرح سے بے داغ ہے تیری جبیں
اے مرے ہندوستاں، میرے وطن، میری زمیں

●●

بہارِ وطن

دلنشیں کس قدر ہے بہارِ وطن
رشکِ خلد ہے، لالہ زارِ وطن
کہکشاں سے سوا ہے غبارِ وطن
میں ہوں فنکار اور جانثارِ وطن

وجہِ تقدیسِ گنگ وجمن کی نمود
ہے ہمالہ مرا ماورائے قیود
باعثِ زندگی ہے وطن کا وجود
میرے دل کی ہے تسکیں قرارِ وطن

تاج کی ضو سے تارے پشیماں ہیں
وادیاں ارضِ کشمیر کی جان ہیں
ہم وطن کے محافظ نگہباں ہیں
سایہ افگن ہے ابرِ بہارِ وطن

ذرّہ ذرّہ وطن کا افق تاب ہے
اس کی آنکھوں میں اک نقرئی خواب ہے
ہر نئے دور میں، اک نیا باب ہے
ہمسرِ آسماں ہے وقارِ وطن

ہم نے سینچا ہے اپنے لہو سے اِسے
سارے آفاق میں اس کے ہیں زمزمے
جان تک ہے تصدق وطن کے لئے
جان سے بڑھ کے ہے افتخارِ وطن

جوت اس کی صبا ہے چمن در چمن
اور دامن کشِ دل ہے اس کی پھبن
اور کہاں ہے مرے دیس کا بانکپن
کیسے اُترے گا سر سے خمارِ وطن

●●

میرِ کاروانِ ہند

اب بھی سورج کی طرح روشن ہے گاندھی جی کا نام
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

اونچی رکھی تم نے مٹ کر جنگ آزادی کی شان
تم سے باقی ہے ابھی اپنے وطن کی آن بان
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام!

سادگی کو تم نے اپنایا وطن کے واسطے!
اور لہو اپنا دیا ہے اس چمن کے واسطے
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

ہند والوں کو دیا تم نے اہنسا کا سبق!
اور روشن کر دئے تم نے وفاؤں کے ورق
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

تم کو بھولیں گے نہیں ہر حال میں اہلِ وطن
کاش! سب کے دل میں پیدا ہو تمہاری ہی لگن
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

نام لے کر تمہارا آگے بڑھ جاتے ہیں ہم
حوصلہ باپو کا جب ہے ساتھ تو کیا کوئی غم
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

آج بھی بھارت کے سر پر اک تمہارا تاج ہے
جو شہیدانِ[1] وطن ہیں بس انھیں کا راج ہے
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

عالمِ آفاق میں گونجے تمہارا ہی پیام!
ہے صبا کے دل میں، باپو جی تمہارا احترام
ہند والوں کی طرف سے تم کو باپو جی سلام

● ●

[1] مہاتما گاندھی متوفی ۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء
اندرا گاندھی متوفی ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء

خوشبوئے ہند

روح تھی، جانِ ہند تھی اندرا
رونقِ شانِ ہند تھی اندرا
گویا سلطانِ ہند تھی اندرا

دیس کی پاسبان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

ساری قوموں پہ مہربان تھی وہ
مفلسانِ وطن کی جان تھی وہ
کتنے پھولوں کی آن بان تھی وہ

پیار کا گلستان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

ہر ارادہ تھا نیک تر اس کا
سب کے دل میں تھا ایک گھر اس کا
پاک احساس تھا، گہر اس کا

سچ ہے کتنی مہان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

حوصلہ سب سے اس کا اونچا تھا
سب کا اس نے بھلا ہی سوچا تھا
اس کا جلوہ ہی کوچہ کوچہ تھا
کتنے جلووں کی شان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

اس کے سینے میں نورِ بھارت کا
اس کے لب پہ سرورِ بھارت کا
خوابِ گاندھی، ظہورِ بھارت کا
نہرو، گاندھی کی شان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

اس کی آنکھوں میں کل کی تصویریں
نئے ہندوستان کی تقدیریں
تازہ دم، سربلند تدبیریں!
محنتوں کی اذان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

آسمانوں کے لب پہ نام اس کا
چاند تاروں میں احترام اس کا
حشر تک معتبر مقام اس کا
گویا آفاقی شان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

علم و فن کے چراغ کی مالک
سبزہ و گل کے باغ کی مالک
یعنی روشن دماغ کی مالک
گویا جنت نشان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

اس نے قطرے کو کر دیا دریا
پتے پتے کو کر دیا بوٹا
خشک موسم ہوا ہے ہریالا
حوصلوں کی زبان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

اس کا ہمسر نہیں زمانے میں!
اس سا بہتر نہیں زمانے میں
ایسا گوہر نہیں زمانے میں
فرش پہ آسمان تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

اس پہ سایہ فگن تھے مولا بھی
رام بھی، کرشن بھی تھے عیسیٰؑ بھی
گرو نانک کبیر، خواجا بھی
سب مذاہب کی آن تھی اندرا
فخرِ ہندوستان تھی اندرا

●●

ہندوستاں ہمارا

اس کا ہر ایک ذرہ، جلوؤں کا آئینہ ہے
ہنستے، مہکتے، دلکش رنگوں کا آئینہ ہے
اَن مٹ ہے شان اپنی اَن مٹ نشاں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

باہوں میں اس کی سجدے کہسار کر رہے ہیں
سائے میں اس کے لاکھوں ارماں سنور رہے ہیں
اس کی مہک سے روشن ہے آسماں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

یہ کھیت لہلہاتے، سرسبز باغ اس کے
منظر حسیں دکھاتے، روشن چراغ اس کے
روشن رکھا ہے سب نے نام و نشاں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

سرشار اس کی شامیں، مسرور اس کے دن ہیں
مفلس ہو یا تونگر، سب لوگ مطمئن ہیں
جنت نشاں ہے گویا ہندوستاں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

باہوں میں اس کی شملہ، کشمیر کے نظارے
اجمیر کے اجالے، گنگ وجمن کے دھارے
اس کی ہر ایک شئے میں خوں ہے رواں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

مسجد بھی اس کی روشن، مندر بھی اسکے روشن
آکاش کر رہا ہے جھک جھک کے اس کا درشن
ہے خالقِ دو عالم خود مہرباں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

اس کی وفا کے آگے دشمن بھی جھک گیا ہے
اس سے نظر ملا کے طوفاں بھی رُک گیا ہے
کیا خاک مٹ سکے گا یہ آشیاں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

اقبالؔ، میرؔ، غالبؔ، ٹیگور اور گرو جی[1]
ہیں آبرو وطن کی، بے شک صباؔ تو یہ ہی
ہر حوصلہ ہے ان کے دم سے جواں ہمارا
ہندوستاں ہمارا

●●

1 گرو نانک

خاتونِ ہند

ہند کی خاتون ناموسِ وطن ہے آج بھی
سربلند و نازشِ گنگ و جمن ہے آج بھی
پیکرِ تقدیس کا اک پیرہن ہے آج بھی
مریم و سیتا کے ماتھے کی پھبن ہے آج بھی

کانپتی ہے طاقِ حسرت میں چراغِ دل کی لو!
بڑھ رہی ہے ہر طرف سے گھور اندھیارے کی رَو
پھر بھی باقی ہے روایاتِ کہن کی نرم ضو!
پھر فضاؤں میں تبسّم کی کرن ہے آج بھی

یہ اگر چپ ہے تو شرمائے گلوں کی خامشی
یہ اگر بولے تو چھڑ جائے دلوں کی راگنی
یہ کبھی رادھا ہے اور جھانسی کی رانی ہے کبھی
اس کی آنکھوں کا نشہ توبہ شکن ہے آج بھی

کوکھ سے اس کی جنم لیتے ہیں نخسر و نگار!
اس کی زلفوں کے سبک سائے میں سوتی ہے بہار
اس کے نقشِ معطّر سے ہے فطرت کا نکھار!
یہ حسین و گل رُخ و گل پیرہن ہے آج بھی

یوں تو اس کے نرم آنچل میں شفق کی لہر ہے
یہ بپھر جائے تو سمجھو اک سراپا قہر ہے
بہرِ اعدائے وطن یہ برق ہے، یہ زہر ہے
سرخ آنچل ہی نہیں اُجلا کفن ہے آج بھی

جانتی ہے یہ بھی اسرارِ حریم بود و ہست
اس کی آنکھوں میں ہے رقصاں مستیٔ رازِ الست
مانتا ہوں یہ ازل سے ہے بڑی شوہر پرست
وقت پڑ جائے تو تیغِ صف شکن ہے آج بھی

اس نے سکھلائے ہیں شاہوں کو بھی آدابِ حیات
یہ وہ ہستی ہے کہ پھیلے تو سراپا کائنات
یہ چراغِ دیدہ و دل ہے، یہ قندیلِ نجات
اس کا سینہ جلوہ گاہِ علم و فن ہے آج بھی

••

بھارت جوتی !

ہندو، مسلم، سکھ اور خان
ہم بھارت کے ویر جوان

آشاؤں کی جوتی ہم
سب کی آنکھ کے موتی ہم
ہم سے روشن جگ کی شان
ہم بھارت کے ویر جوان

پھولوں کی مُسکان ہیں ہم
بھارت کی پہچان ہیں ہم
وقت پڑے تو دیں گے جان
ہم بھارت کے ویر جوان!

ہم سے طوفاں ڈرتے ہیں!
دشمن آہیں بھرتے ہیں
اپنی ہمّت، ایک چٹان
ہم بھارت کے ویر جوان!

پیارا بھرا اک راگ ہیں ہم
ایک سنہرا بھاگ ہیں ہم
گیت ہیں ہم، گیتوں کی تان
ہم بھارت کے ویر جوان

کالی گھٹائیں ہم سے خوش
ٹھنڈی ہوائیں ہم سے خوش
ساون رُت کی ہم پہچان
ہم بھارت کے ویر، جوان

اَن مٹ اپنا پیار رہا
خوشیوں کا سنسار رہا
پیار ہی اپنا سُکھ، ارمان
ہم بھارت کے ویر، جوان

اپنی ہمت، جاں بازی
دیکھ کے دنیا کے غازی
خوش ہیں کتنے اور حیران
ہم بھارت کے ویر، جوان

ہم پنچھی ہیں چاہت کے
ہم گلشن ہیں راحت کے
چاہ کی اپنی تیز اُڑان
ہم بھارت کے ویر، جوان

صبا نوید ی بھارت پر
اس کی اپنی شجاعت پر
فکر و فن میرا قربان
ہم بھارت کے ویر، جوان

●●

شہیدِ وطن اندرا گاندھی کے نام

صبحِ نو کی بہار تھی اندرا
بوئے شب کا خمار تھی اندرا
ہند کی تاجدار تھی اندرا
قومی وحدت کا نور تھی اندرا

اس کی آنکھیں تھیں راز سے واقف
ہر نشیب و فراز سے واقف
بادشاہت کے ناز سے واقف
حاکمِ باشعور تھی اندرا!

نیک پیغام لے کے آئی تھی!
دل میں ہمدردیاں بھلائی تھی
مثلِ خوشبو دلوں پہ چھائی تھی
خوشبوؤں کا ظہور تھی اندرا

تھا نظاروں میں اس کا جیون رس
پھول پتّوں میں رنگ، جیون رس
موجِ دریا میں جوش، دھڑکن رس
دھڑکنوں کا سرور تھی اندرا!

اُس کا ہر روپ ارس نرالا تھا
اُس نے ہر قوم کو سنبھالا تھا
کتنے سانچوں میں خود کو ڈھالا تھا
کب کہاں ہم سے دور تھی اندرا

اُس کی چاہت کی روشنی ہر سُو
اُس کی دھڑکن کی راگنی ہر سُو
اُس کے سپنوں کی چاندنی ہر سُو
جلوۂ کوہِ طور تھی اندرا

اُس کی سوچوں کے زاویے انمول
لفظ شہتوت سے تھے میٹھے بول!
کبھی آیا نہیں بیاں میں جھول
سوچ گاہوں کی حور تھی اندرا

نکہت و نور کا سمندر تھی!
اُجلی سچائیوں کا دفتر تھی
گلشنِ ھند کا مقدّر تھی
گویا جنتا کا نور تھی اندرا

کیا ستم ہے کہ اک ستم ٹوٹا
خود محافظ نے اپنا گھر لوٹا
گولیاں کھا کے اُس کا دم ٹوٹا
کب شہیدوں سے دور تھی اندرا

••

ساحلِ مدراس

ساحلِ مدراس کی ہر رُت حسیں، موسم جواں!
ساحلِ مدراس کی نظّارگی ہر سُو کہاں
ساحلِ مدراس کی روشن ہے ان مٹ داستاں
ساحلِ مدراس گویا جلوۂ تسکینِ جاں

اس کا ہر ذرّہ وفورِ شوق سے چمکا ہوا
اس کا ہر منظر دیارِ نور میں ڈوبا ہوا
اور اس کا نشّہ ہر اک ذہن پہ چھایا ہوا
ساحلِ مدراس گویا راحتِ عمرِ رواں

اس کی باہوں میں مدھر گیتوں کا ہے نادیدہ پن
اس کی ریتی سے نمایاں چار سُو تابندہ پن
اس کی ہر اک موج میں ہے سادگی سنجیدہ پن
ساحلِ مدراس ہے، سنگیت کا ان مٹ نشاں

اس کی باہوں میں سمٹ آئی ہے ساری کائنات
اس کے جلووں سے سنورتی ہے کنواری کائنات
دھوپ میں تپتی، سسکتی غم کی ماری کائنات
ساحلِ مدراس گویا جلوہ گاہِ آسماں

اس کی موجوں کی تڑپ میں گونجتی شہنائیاں
اس کی انگڑائی، اودھ کی شام کی رعنائیاں
اس کی قربت میں ہوا ہو جاتی ہیں تنہائیاں
ساحلِ مدراس گویا سرخوشی کا پاسباں

اس کی شامیں کیف آور، نور پرور دل نشیں
اس کی صبحوں کا تبسم، جلوۂ خلدِ بریں!
اس کی خاموشی میں طوفانوں کا خدشہ ہی نہیں
ساحلِ مدراس کیف و نور کا ہے اک جہاں

اس کے دامن میں جواں سرسبز موسم کا خمار!
اس کی آنکھوں میں بنارس کی فضائے نوبہار
اس کی خوشبو میں ہے رقصاں کتنی صدیوں کا قرار
ساحلِ مدراس ہے یا خوشبوؤں کا رازداں

اُس کے دامن سے ابھر کر چاند نورانی ہوا
اُس کا لمس قرب پا کر آئینہ بھی پانی ہوا
اس سے مل کر ذرہ ذرہ نور لاثانی ہوا
ساحلِ مدراس گویا نور آور آسماں!

دن کے نادیدہ بھنور میں ڈوبی آنکھوں کی تھکن
دھوپ کی ماری ہوئی بیچاری سانسوں کی تھکن
اس کی باہوں میں اماں پاتی ہے جسموں کی تھکن
ساحلِ مدراس گویا عیش و عشرت کا جہاں

پانیوں پہ چار سُو ہیں کشتیاں بکھری ہوئیں
گویا سطحِ آب پر ہیں بستیاں بکھری ہوئیں
ایسی لگتی ہیں کہ روشن تھالیاں بکھری ہوئیں
گویا تا حدِّ نظر ہے پانیوں پہ کہکشاں

اس کا ہر جلوہ صبا دامن کشِ احساس ہے
اس کے لہروں کی لطافت ذہن و دل کے پاس ہے
اس کی شاموں سے منوّر، سرحدِ مدراس ہے
ساحلِ مدراس گویا خوشبوؤں کا گلستاں

••

نیا پرچار

وہ ایک خزانہ تھا
جس سے
اس دھرتی کا ایک حصہ مالا مال تھا
اس خزانے میں
ہمہ قسم کے موتی تھے

یہ موتی
اُس کی سوچوں کا' جذبوں کا' احساس کا'
کل کے سپنوں کا نور تھے
دیش و دیش میں مشہور تھے

اور ان موتیوں میں
عکس تھا اُس کے نیک ارادوں کا' جواں ہمتوں کا'
نئی آشاؤں کا
قومی یکتائی کا
اَن مٹ سچائی کا

لیکن
افسوس صد افسوس
آج وہ موتی
ہمالہ کے گلے کا ہار بن گئے ہیں
جو کل تک ہمارے درمیاں رہ کر
اپنی چمک سے
ہمارے دامن کے اندھیارے مٹا دیتے تھے
تیرگی میں سسکتے ہوئے ماحول میں
نت نئے، اَن گنت دیپ جلا دیتے تھے

اب وہ اَن مول موتی
تلاشنے سے فائدہ کیا
جن کی چمک کی وارث
ہمالہ کی چوٹیاں ہیں۔

ہماری قسمت میں اندھیرا ہے
ہم اندھیروں کے پجاری ہیں
انھیں اندھیروں میں ہمیں رہنا ہے
محافظِ وطن کے روپ میں مخالفِ وطن بن کر
عظیم انسانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے
اور یہ نعرہ جوانمردی سے لگانے کے لئے
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

آخری رشتہ

زمیں چُپ تھی
مرے اطراف جلتی چاہتوں کی بھیڑ
ترستی، تلملاتی موت کی لمبی دستائیں
نگارِ صبح کے مرجھائے چہرے منفعل تھے

آسماں چُپ تھا
کہ نادیدہ کئی افکار میرے سامنے تھے
لہو کی آہٹوں میں درد کے موسم پریشاں
بدن کی سرحدوں پہ برف کی اُجلی پھواروں کا تسلّط

میں چُپ تھی
مرے ہونٹوں پہ تھا سنّاٹوں کا پہرا
نگاہوں میں غبار آلود پت جھڑ کے مناظر
بدن کی وسعتوں میں سر بسجدہ آخری سانسوں کا رشتہ

٭ ترباتِ اندراجی



Aleem Saba Naveedi, B.A. (Alig)

Dr. IMTIAZUDDIN SAGAR

presents

Title : ... JOTI

S...

Pri...

C...

C...